© rasailojaraid.com



# کہتی ہے تجھکو خلقِ خدا غائبانہ کیا

پروفیسر محمد اسلم

مولانا سعید احمد اکبرآبادی رحمۂ اللہ کی وفات پر متعدد سیاسی، علمی اور دینی شخصیتوں نے اُن کے لواحقین کو تعزیتی پیغامات ارسال کیے ہیں جن سے ان حلقوں میں ان کی یکساں مقبولیت اور قدر و منزلت کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہاں ہم ان پیغامات کے اقتباسات شائع کر رہے ہیں۔

صدرِ پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق کو مولانا سعید احمد اکبرآبادی رحمہ اللہ سے شرفِ تلمذ تھا، صدر صاحب آزادی سے قبل سینٹ سٹیفن کالج دہلی میں اُن کے حضور زانوئے ادب تہ کر چکے ہیں۔ انھوں نے مولانا کی وفات پر ان کی صاحبزادی مسعودہ سعید کے نام ایک خط میں تحریر فرمایا "یہ چند سطور اپنے ذاتی رنج و الم کے اظہار کے لیے لکھ رہا ہوں کیونکہ مولانا مرحوم سے میرا ایک ذاتی تعلق بھی تھا اور تعلق بھی ایسا جو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ وہ کالج کے دنوں میں میرے استاد تھے اور بہت لائق اور شفیق استاد تھے۔ ان کی شخصیت کے بہت سے نقوش آج تک میرے ذہن و قلب پر ثبت ہیں۔ مولانا مرحوم ایک جید عالم، بلند پایہ محقق اور مشہور مصنف تھے۔ ان کی دینی تصانیف خاص کر خلفائے راشدہ کی سوانح حیات ہمارے علمی و دینی حلقوں میں بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں اور انشاء اللہ دیکھی جاتی رہیں گی۔ وہ ذہنی، فکری اور عملی لحاظ سے پکے مسلمان تھے اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ وہ ایک مسلمان ملک کی سرزمین پر اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوئے اور اسی خاک کو اپنی ابدی آرام گاہ کے طور پر اپنایا۔"

جناب مقبول احمد خاں، وزیر مملکت برائے مذہبی امور، حکومت پاکستان نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اپنے پیغام تعزیت میں تحریر فرمایا "اسلام نے ہمیشہ اپنی پرامن سیاست اور حیات بخش اصولوں اور اپنے بے مثل علم برداروں اور معتقدوں کے اعلیٰ کیریکٹر کی وجہ سے ترقی کی ہے۔ اور انسانیت کی ہر دور پر بلا تفریق مذہب و ملت خدمت کی ہے۔ مولانا سعید احمد مرحوم اس قسم کے بلند پایہ حضرات میں سے نمایاں حیثیت کے حامل تھے۔ دینی اور علمی خدمات کی وجہ سے مشائخِ دیوبند کا جو مقام تاریخِ عالم میں عموماً اور تاریخِ ہندوستان میں خصوصاً ہے وہ کسی اور طبقہ کو کم ہی حاصل ہوا ہوگا اور اس وقت تو دنیائے اسلام کی بیشتر آبادی بلا واسطہ اور بالواسطہ شاہ ولی اللہ دہلوی علیہ الرحمہ کے اسی علمی گھرانے کی خوشہ چین ہے مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے استاد اور شیخ الہند اکیڈیمی دیوبند کے ناظم کی حیثیت سے آپ نے جو گرانقدر خدمات دینِ اسلام کے فروغ اور فروعی اختلافات کے خاتمہ کی خاطر تقریری و تحریری دونوں صورتوں میں انجام دیں وہ تاریخ میں سنہری حروف سے لکھی جائیں گی۔ آپ نے گرانقدر خدمات نہ صرف دینی درسگاہوں کے علمی ماحول کو برقرار رکھنے میں انجام دیں بلکہ تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی آپ نے جستجو یانِ دینِ حق و صراطِ مستقیم کی رہنمائی کی۔

عجز و تواضع، انکساری، مہمان نوازی، غربا پروری، صلہ رحمی، اخلاص و بندگی و اخلاص اور محبت ادب و احترامِ اصحاب علم غرضیکہ جتنے بھی کمالات ایک بہترین انسان اور مومن کامل کے لیے لازم اور ضروری ہیں۔ وہ سب کے سب آپ کی ذات گرامی میں ملتے ہیں قحط الرجال کے اس دور میں مولانا موصوف کا سانحۂ ارتحال ایک ایسا عظیم نقصان ہے جس کی تلافی شاید ہی ہو سکے"۔

دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس حضرت مولانا معراج الحق نے راقم کے نام اپنے مکتوب گرامی میں تحریر فرمایا "حضرت مولانا کی وفات سے دارالعلوم کے حلقہ میں ایک بڑا خلا پیدا ہو گیا اور ذمہ دارانِ دارالعلوم ایک مخلص، فعّال کارکن اور مشیر سے محروم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ہو گئے۔ مولانا مرحوم دارالعلوم کی ہر خدمت میں پیش پیش ہوتے تھے۔ علمی دنیا میں مولانا کا جو مقام تھا اس سے ہر شخص واقف ہے۔ وہ جدید و قدیم دونوں علوم کے سنگم تھے۔ اور حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ مولانا کی بہت ساری تصانیف ان کی یادگار رہیں گی۔ ان کی دیگر علمی تصانیف کے ساتھ صدیق اکبر اور عثمان ذوالنورین پسندیدہ کتابیں ہیں جن سے اہل علم انشاء اللہ برابر مستفید ہوتے رہیں گے۔ مولانا کی وفات صرف ان کے بچوں، ان کے اہلِ خاندان اور رفقۂ عالم کے لیے ہی باعث رنج و غم نہیں بلکہ پوری ملت اسلامیہ اس غم سے سوگوار ہے۔"

عالم اسلام کے نامور عالم دین اور مفکر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے اس ناکارہ کے نام اپنے والا نامہ میں تحریر فرمایا۔" میں نے اپنے قابل احترام اور نادرۂ روزگار دوست و بزرگ مولانا سعید احمد صاحب اکبرآبادی غفراللہ کے رشتے سے آپ کو عزیز گرامی لکھا ہے۔ میں اس رشتے کو عزیز سمجھتا ہوں اور امید ہے کہ آپ بھی اس سے مسرور ہوں گے ورنہ آپ کو فاضل گرامی اور مکرمی و محترمی بھی لکھ سکتا تھا اور آپ اس کے اہل ہیں۔ سب سے پہلے تو میں آپ کے اس تفصیلی خط کا شکریہ ادا کر رہا ہوں جس میں آپ نے مولانا مرحوم کی علالت و وفات کی تفصیلات سے مجھے مطلع کیا۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ میرے اور اُن کے تعلق سے واقف ہیں اور آپ نے ایک فرد خاندان کی حیثیت سے مجھے خط لکھنے کی زحمت گوارا کی۔ معارف میں بھی آپ کا وہ خط شائع ہوا ہے جو آپ نے سید صباح الدین عبدالرحمٰن صاحب کو لکھا تھا لیکن میرے نام کا خط اس سے زیادہ مفصل اور مؤثر ہے۔ میری طرف سے آپ اور آپ کی اہلیہ عزیزہ اسی حیثیت سے تعزیت قبول کریں جیسے ایک فرد خاندان کی دوسرے بزرگ فرد خاندان کے ... سے تعزیت قبول کی جاتی ہے۔"

گذشتہ سال لکھنؤ میں مولانا علی میاں کی صدارت میں ایک جلسہ منعقد ہوا ...

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



جس میں مولانا سعید احمد اکبرآبادی رحمہ اللہ نے طالب علموں کو خطاب کیا تھا۔ مولانا علی میاں کی صدارتی تقریر پندرہ روزہ "تعمیر حیات" لکھنؤ میں ۲۵ دسمبر ۱۹۸۴ء کے شمارے میں شائع ہوئی تھی۔ مولانا علی میاں نے طلبہ کو مخاطب کر کے فرمایا: "مولانا کی ممتاز شخصیت اس قابل ہے کہ آپ مستقبل میں آنے والی نسلوں سے فخریہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے مولانا سعید احمد اکبرآبادی کو بالمواجہہ دیکھا ہے۔ ان کی باتیں سنی ہیں اور ان کے خیالات سے براہ راست استفادہ کیا ہے۔"

ندوۃ العلماء کے ایک قابل فخر فرزند ڈاکٹر سید سلمان ندوی خلف الرشید سید سلیمان ندوی نے جو ڈربن یونیورسٹی جنوبی افریقہ میں شعبۂ علوم اسلامیہ کے سربراہ ہیں، اس عاجز کے نام اپنے تعزیتی پیغام میں فرمایا: "اسلم صاحب کیا بتاؤں کہ اس اندوہناک خبر نے قلب و دماغ کا کیا حال کیا۔ مولانا اپنی ذات سے ایک انجمن تھے۔ علمی مقام اتنا اونچا تھا کہ بہتوں کا طائر خیال بھی وہاں نہیں پہنچ سکتا۔ اس علمی جلالت کے ساتھ عالم یہ تھا کہ بچوں میں بچہ، جوانوں میں جوان اور علماء میں عالم بن کر رہتے تھے۔ مسلم نوجوانوں کے جدید مسائل سے وہی آگہی جو قدیم علوم سے تھی۔ میں نے ایک مرتبہ مولانا سے کہا "دیوبندیوں میں آپ ہی ایک ندوی القلم والذہن ہیں"۔ اس جملہ سے بہت محظوظ ہوئے۔ مولانا سے میں پچھلے دس سال میں بہت قریب ہو گیا تھا۔ ان کی طرز فکر سے مجھے مناسبت تھی۔ جب بھی ان کے پاس بیٹھا کچھ نہ کچھ نئی بات، نیا علمی نکتہ سیکھ کر اٹھا۔ ان کے ساتھ تاریخ کے ایک دور کا خاتمہ ہو گیا۔ "برہان" بھی اب ان کے ساتھ رخصت ہوا۔ ندوۃ المصنفین کی بساط اور رہی سہی لاج ان کے ساتھ ختم۔ کس کس چیز کا نوحہ کیجیے۔ میرے نزدیک ان کا آخری [illegible] اقدام ایرانی انقلاب کے مسئلہ پر رجوع تھا۔ ان کا انتقال ہم سب کے لیے ذاتی حادثہ تو ہے ہی مگر مسلمانان ہند و پاک کے لیے سخت علمی حادثہ بھی ہے اور جس کی تلافی [illegible] قریب ہو سکے گی نہیں۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



حضرت مولانا محمد منظور نعمانی، مدیر "الفرقان لکھنؤ" نے اس عاصی پُرمعاصی کے نام اپنے والانامہ میں تحریر فرمایا، "مولانا مرحوم سے ایک عمومی تعلق تو یہ تھا کہ تعلیم کے آخری مرحلہ میں دارالعلوم دیوبند میں میرا اُن کا قیام ایک ہی زمانہ میں تھا۔ اس کے بعد جس طرح کا تعلق رہا وہ کسی درجہ میں آپ کے علم میں ہوگا۔ آخر میں اب سے ۳ سال پہلے وہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے آئے اور اس میں میرے اصرار کو زیادہ دخل تھا۔ شیخ الہند اکیڈمی تو بس ایک عنوان تھا۔ دارالعلوم کے موجودہ حالات میں وہاں ان کی شدید ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے بہت کام لیا۔ دارالعلوم کو ایک بڑی اور مسلّم شخصیت کی ضرورت تھی اور وہ اس وقت ان ہی کی شخصیت تھی۔ جی بہت کچھ لکھنا چاہتا ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ جو وقت لکھنے لکھانے میں صرف ہو وہ اگر مولانا مرحوم کے لیے دعا میں صرف ہو تو دعا کرنے والے کے حق میں بھی وہ زیادہ نفع مند ہوگا اور انشاءاللہ مولانا مرحوم کے لیے بھی راحت و سکون کا باعث۔"

جامعہ ملّیہ کالج کے سابق پرنسپل اور ماہنامہ "جامعہ دہلی" کے مدیر مکرم پروفیسر ضیاء الحسن فاروقی نے راقم کے نام اپنے مکتوب والا میں تحریر فرمایا، "یقین نہیں آتا کہ مولانا اس دنیا میں نہیں رہے۔ کیسی پیاری اور دلکش شخصیت تھی اُن کی اور کیا تبحر علمی تھا ان میں، جس نے ان میں ایک مخصوص خود اعتمادی پیدا کر دی تھی۔ قدیم اور جدید کی حدیں ان کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی تھیں اور وہ دونوں طبقوں میں مقبول و محمود تھے۔ مولانا کیا اٹھے، جیسے ایک دور ختم ہو گیا۔ ایک انجمن تاریک ہو گئی۔ جیسے جیسے وقت گذرتا جائے گا مرحوم سعید احمد اکبرآبادی کے کمالات نمایاں ہوں گے اور علمی دنیا ماتم کناں رہے گی۔"

ماہنامہ "جامعہ دہلی" کے اداریے میں پروفیسر ضیاء الحسن فاروقی رقمطراز ہیں، "مولانا اکبرآبادی مرحوم نے دہلی کے مشہور کالج "سینٹ اسٹیفنس"، کلکتہ کے "مدرسہ عالیہ" اور علی گڑھ کی "مسلم یونیورسٹی" میں عربی ادب اور تفسیر و حدیث و فقہ و تاریخ اسلام کا درس دیا۔ مدرسہ عالیہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اور مسلم یونیورسٹی میں پرنسپل اور دینیات کی فیکلٹی کے ڈین کی حیثیت سے انھوں نے اپنی قابلِ قدر تدریسی صلاحیت کے ساتھ اعلیٰ انتظامی صلاحیت کا بھی ثبوت دیا۔ ان دونوں اداروں میں آج بھی ان کی صلاحیتوں کے نقوش دیکھے جا سکتے ہیں۔ مولانا کی راسخ العقیدگی غیر مشتبہ تھی۔ لیکن یہ جامد نہ تھی۔ اسے ہر لحظہ بدلتے حالات کے تقاضوں پر غور و فکر سے انکار نہ تھا۔ اسے دین اور شریعت دونوں کے صحیح مفہوم کا علم تھا اور اس کے برملا اظہار میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہوتی تھی۔ آزادی کے بعد طبقۂ علماء میں ہمیں مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی اور مولانا سعید احمد اکبر آبادی پر مشتمل ایک "ارباب ثلاثہ" ملتا ہے جو اپنے مطالعے، مشاہدے اور زندگی کے تجربے کے سبب دوسرے علماء سے کسی قدر مختلف تھا، اور ان سب میں مولانا اکبر آبادی میں جرأت فکر سب سے زیادہ تھی۔ لطف کی بات یہ ہے کہ بہت سے علماء مولانا مرحوم کی اس خصوصیت پر جسے وہ روشن خیالی سے تعبیر کرتے تھے، طنز تو کر سکتے تھے لیکن ان کی مدلل گفتگو کا جواب نہیں دے پاتے تھے۔"

ادیب شہیر اور ماہر غالبیات شری مالک رام نے اس عاجز کے نام اپنے مکتوب گرامی میں ارشاد فرمایا، "چند دن ہوئے ریڈیو پر مولانا سعید احمد اکبر آبادی کی رحلت کی جانگزا خبر سنی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دن ۲۵-۳۰ برس کے تعلقات کا خاتمہ ہوا۔ رضی مولا از ہمہ اولیٰ۔ انسان کے بس ہی میں کیا ہے۔ کہاں آگرہ کہاں کراچی! لیکن جہاں کی مٹی قسمت میں لکھی تھی۔ خاندان کے تمام افراد بالخصوص اپنی بیگم تک میری تعزیت اور ہمدردی کے جذبات پہنچائیں گے تو ممنون احسان ہوں گا۔ دعا ہے کہ اللہ کریم ان سے عفو و کرم کا سلوک فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ آمین۔ کراچی کے کس قبرستان میں دفن ہوئے اور ان کا کتبہ کیا ہے؟ والسلام مع الاکرام۔ خاکسار طالب دعا مالک رام"

سید صباح الدین عبدالرحمٰن مدیر "معارف" اعظم گڑھ اس ہیچمدان کے نام اپنے مکرمت نامہ میں فرماتے ہیں: "ریڈیو سے یکایک یہ خبر ملی کہ مولانا سعید احمد اکبر آبادی آہ اللہ کو پیارے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ہوگئے۔ نہ پوچھیے قلب پر کیا کیفیت طاری ہوئی۔ ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ اپنا کوئی بہت ہی شفیق سگا بھائی ہم سے جدا ہو گیا۔ گذشتہ ۴۰ سال سے ان سے تعلقات تھے۔ ان کی ہر بات کو غم ناک جذبات کے ساتھ یاد کرتا ہوں۔ ابھی بستر پر جب یاد آتے ہیں تو دیر تک کروٹیں لیتا رہتا ہوں۔ مجھ کو فخر رہا کہ وہ میرے بہت ہی قدر دان رہے۔ ان کی قدر دانی قلبی میت میں تبدیل ہو گئی۔ انھوں نے میری کتابوں پر برہان میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے اس سے میری عزت محفوظ ہے۔ خدا جانے ان سے کہاں کہاں ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ کلکتہ، دہلی، علی گڈھ، لکھنؤ، اعظم گڈھ، لاہور، اسلام آباد اور کراچی میں ان ملاقاتوں کا ایک سلسلۃ الذہب ہے اور اپنی ہر دوسری ملاقات میں پہلے سے زیادہ اپنے اخلاق حسنہ اور بے پایاں محبت کا اثر چھوڑتے۔ میرے غم ناک جذبات کا اظہار معارف کے صفحات میں ہوگا۔"

سید صباح الدین عبدالرحمن نے اپنے ایک مضمون میں جو ماہنامہ معارف اعظم گڈھ کے جون ۱۹۸۵ء کے شمارہ میں شائع ہوا، اپنے جذبات کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے، "مولانا سعید احمد اکبر آبادی دنیا کے بکھیڑوں، زندگی کے ہنگاموں اور اپنے علمی جھمیلوں سے آزاد ہو کر اب وہاں پہنچ گئے ہیں جہاں اکرام الٰہی کی سلسبیل سے کوئی سیراب ہو جائے تو پھر اس کے لیے وہاں مغفرت کے مینا اور رحمت کے ساغر چھلکتے رہتے ہیں۔ بارگاہِ ایزدی میں ان کے اعمال کی کتاب کھولی جائے گی تو یقین کرنے کو جی چاہتا ہے کہ عدلِ خداوندی کی میزان میں ان کی نیکیوں اور نیکو کاریوں کا پلڑا بھاری رہے گا۔ اس جہانِ فانی میں ان کی رحلت پر علم سوگوار ہوا، فضل غم ناک ہوا اور وہ لمحات بھی مغموم ہوئے جن میں وہ اپنے قلم کی سیاہی سے اپنے داغِ دل کو داغِ لالہ بنا دیتے تھے۔ میری طرح ان کے بہت سے قدر دان ان کو اب یاد کر کے اپنے خشک آنسوؤں کے ساتھ بے چین ہوں گے۔

وہ جہاں رہے گلِ رعنا بن کر رہے۔ کسی علمی کانفرنس میں شرکت کرتے تو اس کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



گل سرسبد بن جاتے، کسی سے ملتے تو گل نیلوفر کی طرح کھلے ہوئے نظر آتے۔ مجلس میں بیٹھ کر باتیں کرتے تو علم وفضل شعر و ادب کا گلدستہ بنے ہوئے دکھائی دیتے۔ اس برصغیر کے بڑے بڑے مقرروں میں شمار کیے جاتے، تقریر کرتے وقت اپنی علمیت، زبان کی فصاحت اور خطابت کا تصنع نہ ہوتا بلکہ ان کو سنتے وقت ایسا معلوم ہوتا کہ کوئی اہل علم اپنی بصیرت سے اپنے سامعین کے ذہن میں ضیاء پاشی کر رہا ہے۔

مولانا نے اس رسالہ (برہان) کی ادارت کے فرائض جس شان سے انجام دیے وہ اُردو زبان کی تاریخ میں جلی حروف سے لکھے جائیں گے۔ ان کا کوئی معاون نہیں رہا وہ خود ہی اس کے مضامین کے حک و اصلاح اور ترتیب میں لگے رہتے۔ اس کے لیے لمبے لمبے مضامین بھی لکھتے، اس میں ریویو کے لیے جو کتابیں آتیں ان پر ریویو بھی قلمبند کرتے البتہ اس کی کتابت اور طباعت کی ذمہ داری مولانا مفتی عتیق الرحمٰن پر ہوتی، ورنہ سینتالیس سال کی طویل مدت تک ادارت کا سارا کام ان ہی کے ذریعہ سے انجام پاتا رہا۔ کسی مہینہ اس کی اشاعت نہیں رکی، جو اُن کا زبردست علمی کارنامہ ہے۔ اس میں "نظرات" کے عنوان سے ان کی ادارتی تحریریں ہوتیں جن میں ملک کے ہر قسم کے مسائل پر اپنے خیالات کا اظہار کر کے اپنے قلم اور علم کا جوہر دکھاتے رہے۔ اس کی طرف پورے علمی حلقہ کی نظر اٹھتی رہی بعض اوقات اپنی رائے کا اظہار بڑی جرأت اور بے باکی سے کرتے۔ نظری حیثیت سے وہ نیشنلسٹ مسلمان تھے لیکن حق بات میں ان کی نیشنلزم ان کے قلم پر روک نہیں لگاتی نظرات میں کبھی وہ اپنے مذہبی خیالات کے مروارید بکھیرتے، کبھی اپنے جذبات کے تلاطم سے اپنی تحریر کو پُرشور کر دیتے، کبھی علمی نکتہ آفرینیوں سے اپنے ناظرین کو محظوظ کرتے، کبھی مشاہیر کی وفات پر اپنے غمناک تاثرات کا اظہار کر کے دوسروں کو بھی اپنا شریک غم بنا لیتے اسی میں ادب و انشاء کا سحر دکھا کر اپنی تحریر سے مسحور کرتے۔ اگر ان کے نظرات کتابی صورت میں مرتب کیے جائیں تو یہ بہت سی جلدوں میں منتقل ہو کر نظر فکر، روشن ضمیری، خود اعتمادی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اور تبحرِ علمی کے قیمتی راسُ المال ثابت ہوں گے۔

آہ! ان کے بربطِ ہستی کا سرود اب خاموش ہے۔ علم کا ایک طائرِ ملکوتی عالمِ بقا کی فضائے بسیط میں پرواز کر گیا۔ اس برصغیر کا علمی حلقہ ایک باوقار اہلِ علم ایک شگفتہ قلم اور یک باوزن انداز بیان سے محروم ہوگیا۔ معاشرہ سے ایک خاص آب و رنگ کی شخصیت کی دلآویزی اور رعنائی چھین لی گئی۔ ان کے دوستوں کی بزم سے ان کے تعزمات کی شیوہ بیانی اور شیریں گفتاری تمام ہوگئی۔ ان کے ہم جلیسوں پر ان کی قربت کا جو نشاط تھا وہ جاتا رہا۔ ان کی جبیں پر ان کی شگفتگی جو ہنستی رہتی وہ اب ان کے ملنے والے کہاں دیکھیں گے۔

سلام علیک ورحمۃ الی یوم التلاق

ماہنامہ "آج کل" دہلی کے مدیر مکرم شری راج نرائن راز لکھتے ہیں، "وہ اُردو ادب وصحافت کو ایک ناقابلِ تلافی نقصان مولانا سعید احمد اکبر آبادی کی موت سے پہنچا ہے۔ مولانا سعید احمد ایک روشن خیال عالم تھے۔ علم دین اور علم دنیا دونوں میں سرفراز، تحریر، تقریر پر یکساں قادر۔ دونوں تازہ کار، شگفتہ اور دل پذیر۔ مولانا مرحوم نے متعدد کتابیں تصنیف کیں جن میں سے بعض کو شہرتِ دوام حاصل ہوئی"۔

بھارت کے نامور ادیب جناب احمد سعید ملیح آبادی نے مولانا اکبر آبادی کی رحلت پر اظہارِ غم کرتے ہوئے فرمایا، "وہ ایک درویش، مست قلندر، ایک سادہ سا انسان، جاہ وحشم سے دُور، نمائش اور بناوٹ سے عاری، تعارف نہ کرایا جائے تو شکل وصورت سے عام آدمی جیسا غیر اہم لگے، مگر بولے تو پھول جھڑتے ہیں، علم وحکمت کے موتی گریں، لکھے تو عقل ودانش کے ایوانوں میں چراغ جلیں۔ غرض مرنے والے میں بہت سی خوبیاں تھیں۔

دارالعلوم دیوبند کے ایک قابلِ فخر فرزند مولانا محمد یٰسین خانپوری نے میرے نام اپنے مکتوب والا میں تحریر فرمایا، "مجھے برادرِ مکرم ومعظم حضرت مولانا سعید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کی خبر ملی۔ میرے لیے یہ دنیا سونی ہوگئی۔ جو صدمہ میری روح کو پہنچا اس کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



Zakir Husain Library

اظہار و بیان کیا کیجیے۔ میری زندگی کی تر و تازگی میرے محبین و مخلصین کی ایک ایسی اعلیٰ و ارفع محفل سے تھی جس کے آفتاب و ماہتاب حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی، حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانیؒ اور حضرت مولانا سعید احمد صاحب اکبرآبادیؒ تھے۔ اول الذکر احباب پہلے رخصت ہوئے۔ آخری سہارا حضرت مولانا سعید احمد صاحب کا تھا۔ اب یہ دنیا اجڑ گئی اور زندگی ویران و تاراج بنی۔ حضرت مولانا مرحوم کے ساتھ تعلق و محبت کا تقاضا یہی ہے کہ ہم سب مالک حقیقی کی بارگاہ میں ان کی مغفرت و درجات کی بلندی کے لیے ہمیشہ دست بدعا رہیں۔ حضرت مولانا کی رحلت برصغیر کی موجودہ تاریخ اسلامی کا ایک عظیم حادثہ ہے۔"

خدا بخش اورنٹیل پبلک لائبریری بانکی پور پٹنہ کے ڈائرکٹر اور مشہور فاضل ڈاکٹر عابد رضا بیدار اس عاجز کے نام اپنے والا نامہ میں تحریر فرماتے ہیں، "سعید صاحب کی وفات کی خبر اخبارات سے مل چکی تھی۔ آپ کا خط دیکھا تو ایک بار پھر ان کی صورت آنکھوں کے سامنے آگئی۔ ان کی وفات آپ اہل خاندان کا ذاتی نقصان تو ہے ہی، قومی سطح پر بھی ان کی کمی محسوس کی جائے گی۔ ہمارے عہد میں متوازن فکر رکھنے والے علماء کی جو کمی ہے اس سے ہم آپ سبھی واقف ہیں۔ مولانا کے اٹھ جانے سے یہ خلا پُر کرنے والا کوئی نظر نہیں آتا۔ یہاں نہ وہاں۔"

پروفیسر حافظ محمود شیرانی کے لائق و فائق پوتے اور شاعر رومان اختر شیرانی مرحوم کے فرزند ارجمند پروفیسر مظہر محمود شیرانی نے اس ناکارہ کے نام اپنے گرامی نامہ میں تحریر فرمایا۔ "کل اتفاقاً ایک صاحب سے حضرت مولانا کی وفات حسرت آیات کی اطلاع ملی۔ بے حد قلق ہوا۔ اگرچہ اس روز آپ کے دولت کدے پر اور اس سے قبل پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں آپ نے ان کی علالت کا تذکرہ کیا تھا۔ لیکن سچ یہ ہے کہ میرا ذہن ابھی اس حادثۂ فاجعہ کا سامنا کرنے کو تیار نہ تھا۔ مرحوم کو خداوند تعالیٰ اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ ان کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



خوبیاں ان کے ساتھ ہی رخصت ہوگئیں۔ ان کے علم وفضل کی عظمت کے ساتھ ساتھ ان کی سادگی اور انکساری کا امتزاج مرحوم کو ایک سچا عالم ثابت کرتا تھا۔ وہ ہم جیسے نوآموزوں سے گفتگو کرتے ہوئے اس محبت وشفقت کا اظہار کرتے تھے کہ مبتدیوں میں بھی اپنے اوپر اعتماد پیدا ہو جاتا تھا۔ یہ انداز بس اگلے علمار کا خاصہ تھا۔ اب ایسے لوگ چراغ لے کر بھی نہ ملیں گے۔"

علی گڈھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ تاریخ کے نامور استاد ڈاکٹر ضمیر الدین صدیقی نے راقم کے نام اپنے والانامہ میں تحریر فرمایا، "آج حضرت مولانا کے سانحۂ ارتحال کی خبر معلوم ہو کر سخت رنج وملال ہوا۔ ان کی حالت تو رُو بہ صحت تھی پھر اچانک یہ کیا حادثہ ہوگیا۔ حضرت کی زندگی کتنی تقویٰ اور پرہیزگاری کی تھی، معمولات، خوراک سب ہی Regulated تھے اور خیال تھا کہ ان کی طویل عمر ہوگی لیکن ایک دم Deterioration ہوگیا۔ موت سے کس کو مفر ہے لیکن حضرت مولانا کی علمی شہرت ہی کا اعلیٰ اخلاق وکردار، ان کی فیض رسانی اور خندہ پیشانی اور علم ادب کی دنیا میں ان شہ پارے ان کو زندہ وجاوید رکھیں گے جب ہم کو یہاں بیٹھ کر اتنا رنج وغم ہو رہا ہے تو معلوم نہیں آپ صاحبان کا کیا حال ہوگا۔"

پاکستان کے نامور ادیب اور فاضل جناب سردار علی احمد خان نے اپنے تعزیت میں فرمایا، "علامہ سعید احمد اکبر آبادی کی وفات سے ایک عظیم علمی شخصیت اور علوم دینیہ منارہ نظروں سے اوجھل ہوگیا ہے۔ مجھے گزشتہ تیس برسوں میں جن معدودے چند علمار فضلار سے ملنے کا اتفاق ہوا ان میں مولانا اکبرآبادی اپنی سیرت اور کردار کے اعتبار بہت اونچے مرتبے پر فائز تھے، ان کی اسلامی خدمات، ان کی جرأت اور علمیت تعریف کی محتاج نہیں ہیں۔ جو حضرات ان سے آشنا تھے وہ ہمیشہ ان کا ماتم کرتے رہ ایسی شخصیت کا ماتم جو علمی اعتبار سے بلند اور سیرت وکردار کے اعتبار سے اپنے معاصر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

[illegible]

ممتاز تھی۔

عمر ہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات

"تا ز بزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں"

پاکستان اسٹڈی سنٹر، قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد کے ڈائرکٹر محب مکرم سعیدالدین احمد ڈار نے مجھ سے اظہار ہمدردی کرتے ہوئے فرمایا، "اخبار میں مولانا کے انتقال کی خبر پڑھی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میں اور اہل خانہ آپ کے اس غم میں آپ کے شریک ہیں اور دعا گو ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ ان کی شفقت اور پیار ساری زندگی یاد رہے گا۔ میری یہ خوش قسمتی رہی کہ مولانا جب کبھی بھی اسلام آباد آئے میزبانی کا شرف مجھے بخشا، حالانکہ بعض اوقات وہ حکومت پاکستان کے مہمان کی حیثیت سے اسلام آباد کی عمدہ ترین رہائش گاہ میں قیام فرما سکتے تھے۔ انھیں احباب نے کئی مرتبہ مشورہ دیا کہ پاکستان ہجرت کر آئیں مگر انھوں نے انکار کیا، مگر اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا کہ ان کا جسد خاکی اس پاک سرزمین میں دفن ہوا۔ اس لیے خود آخری وقت میں یہاں چلے آئے۔ اللہ کے کام کرنے کے انداز ہماری سمجھ سے باہر ہیں۔"

جناب محمود احمد غازی، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد کے فیلو ہیں اور ان کے والد بزرگوار کو حضرت مولانا اکبر آبادی سے شرف تلمذ بھی ہے۔ غازی صاحب نے اپنے تعزیتی پیغام میں تحریر فرمایا، "کل شام افطار وغیرہ سے فارغ ہو کر کل کا اخبار دیکھا تو یہ دیکھ کر سکتہ میں آگیا کہ مولانا ہم سب کو چھوڑ کر اعلیٰ علیین کو تشریف لے گئے۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ۔ ہم سب کو ایک دوسرے سے اظہار تعزیت کرنا چاہیے۔ ابھی ابھی پروفیسر ڈار صاحب سے بات ہوئی ان سے باہمی تعزیت ہوئی۔ مولانا کی ذات ہندوستان میں ان چند شخصیتوں میں سے تھی جن پر ملک کے تمام طبقوں کو اعتماد ہوتا تھا۔ اب غالباً مولانا علی میاں کے علاوہ وہاں ایسی ہمہ گیر احترام رکھنے والی کوئی شخصیت نہیں رہی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



گذشتہ سال یہاں تشریف لائے تو دو بار غریب خانہ کو بھی مشرف فرمایا۔ میں تو قریب قریب روزانہ ہی حاضر ہوتا رہا۔ راقم سے یہ سب یادیں حافظہ کی لوح پر تازہ ہو رہی ہیں۔ مولانا جو کام کر گئے ہیں وہ انشاء اللہ صدقۂ جاریہ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کو بیش از بیش درجات ارزانی فرمائے۔ میری طرف سے محترمہ بیگم صاحبہ کی خدمت میں بھی تعزیت فرما دیجیے گا۔ مولانا انہی کے باپ نہیں تھے، ہم سب کے باپ تھے۔ ہم سب اس غم میں ان کے شریک ہیں۔"

آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کراچی کے روح رواں سید الطاف علی بریلوی اور ان کے برادر زادے سید مصطفیٰ علی بریلوی نے اپنے مشترکہ والا نامہ میں تحریر فرمایا "حضرت مولانا سعید احمد اکبرآبادی کے انتقال پر ملال کا ہم سب کو بالخصوص سید صاحب قبلہ کو شدید صدمہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔ بڑی خوبیوں کے بزرگ تھے۔ بھارتی مسلمانوں کی انھوں نے اپنی بساط بھر جو خدمت کی وہ علاوہ علمی تعلیمی خدمات کے ہمیشہ یادگار رہے گی"

سہ ماہی العلم کراچی میں مصطفیٰ علی بریلوی کا "وفیات" کے عنوان کے تحت رقمطراز ہیں، "مولانا کو اپنے دور کے علوم متداولہ پر یکساں قدرت حاصل تھی۔ مولانا بے شمار بین الاقوامی تعلیمی مذاکروں اور مباحثوں میں شریک ہوئے۔ مولانا ہندی مسلمانوں کے سیاسی مستقبل کے بارے میں بڑے فکرمند رہتے تھے۔ وہ کمال دلیری کے ساتھ ان کے جائز موقف کی ہمیشہ تائید کرتے رہے۔"

کلکتہ کے مشہور فاضل اور میرے کرم فرما جناب جی ایس فرید نے اپنے والا نامہ میں تحریر فرمایا "مولانا سعید صاحب کا کراچی میں انتقال کی خبر پڑھ کر دلی صدمہ پہنچا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائیں۔ آمین۔ مولانا صاحب کی کمی برابر محسوس ہوگی۔ خاص طور سے کلکتہ والوں کے لیے جہاں وہ تقریباً دس سال تک مدرسہ عالیہ کے پرنسپل کی حیثیت سے رہے اور گرانقدر اور بے لوث خدمت کی۔ حال ہی میں ارمغان آئیڈی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کلکتہ نے ان کے علمی کارناموں پر "پرویز شاہدی ایوارڈ" سے نوازا اور دس ہزار روپیہ انعام کا بھی اعلان کیا۔ افسوس کہ مولانا صاحب کے کلکتہ آنے کا جو ایک آخری موقع تھا ضائع ہو گیا اور اُن کے مداحوں کو ان کی صحبت و دیدار سے محروم ہونا پڑا۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا"

جناب ڈاکٹر محمد سلیمان، استاذ شعبۂ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور احقر کے نام اپنے مکتوب گرامی میں تحریر فرماتے ہیں، "ہفت روزہ الاعتصام کے ذریعے معلوم ہوا کہ آپ حال ہی میں ایک عظیم صدمے سے گذرے ہیں، یعنی مولانا سعید احمد اکبر آبادی مرحوم کی رحلت کا صدمہ۔ مولانا مرحوم کے علمی مقام و مرتبہ سے تو پہلے ہی آگاہ تھا لیکن اس رشتے سے آگاہی نہ تھی جو آپ کو ان سے ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور آپ و دیگر پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ایک مسلمان ایسے مواقع پر دوسرے مسلمان کے لیے اس دعا کے سوا کچھ نہیں کر سکتا۔ ایسے صاحب علم و عمل بزرگ روز روز جنم نہیں لیتے اور جب جاتے ہیں تو قحط الرجال میں اضافہ کر جاتے ہیں۔"

جناب علامہ اخلاق حسین دہلوی نے راقم کے نام اپنے والا نامہ میں تحریر فرمایا، "حضرت مولانا سعید احمد اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کی اطلاع سے بہت ہی صدمہ ہوا۔ وہ اخلاقی و علمی اعتبار سے یگانۂ روزگار شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی دینی خدمات شمع ہدایت ہیں۔ افسوس ہے جو اٹھتا ہے اس کی جگہ خالی رہ جاتی ہے۔ یہ قحط الرجال قوم کی بدنصیبی کی علامت۔ اللہ پاک اپنے فضل و کرم سے ان کی مغفرت فرمائے اور بلند ترین درجات عطا فرمائے جس کے وہ فی الواقع مستحق ہیں۔"

دارالمصنفین اعظم گڈھ کے دیرینہ کارکن اور میرے کرم فرما جناب ابوعلی صاحب اس ناکارہ کے نام اپنے تعزیت نامہ میں رقمطراز ہیں: "مولانا سعید احمد اکبر آبادی کا انتقال خواہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



جس عمر میں بھی ہوا ہو، دنیائے علم وادب کا بہت بڑا حادثہ ہے جس پر جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے۔ ان کی موت سے علم وفن کی دنیا میں جو خلا پیدا ہوا ہے وہ مشکل ہی سے پُر ہو سکتا ہے۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اُن کے بعد ماہنامہ برہان کا وہ علمی و ادبی معیار باقی رہے گا یا نہیں۔ مجھے تو دیوبند کے پورے حلقے میں ان کی جگہ لینے والا نظر نہیں آتا۔ اُن کے بعد اس کا جاری رہنا مشکل ہی نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ دیوبند کے حلقے ہی سے ان کا نعم البدل پیدا کردے اور ندوۃُ المصنفین اور برہان دونوں کو ان کی سابقہ روایات کے ساتھ پوری شان سے چلا سکے۔"

فرقانیہ اکیڈیمی بنگلور کے ڈائرکٹر جناب شہاب الدین ندوی نے اپنے والا نامہ میں تحریر فرمایا، "حضرت مولانا سعید احمد اکبرآبادی کی وفات حسرت آیات سے واقعی بڑا صدمہ ہوا۔ اب ایسی جامع شخصیتیں کہاں ہیں؟ موجودہ قحط الرجال کے دور میں ان کا وجود ملتِ اسلامیہ کے لیے بہت بڑا سہارا تھا۔ افسوس کہ نادرِ روزگار شخصیتیں ایک ایک کر کے اٹھتی چلی جارہی ہیں اور ان کی جگہ لینے والا کوئی نظر نہیں آتا۔"

پاکستان اقبال اکیڈمی کے سابق ڈائرکٹر اور قومی ہجرہ کمیٹی کے سکریٹری ڈاکٹر محمد معز الدین راقم کے نام اپنے والا نامہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ "مولانا سعید احمد اکبرآبادی کی وفات کی خبر سُن کر مجھے بڑا دھچکا لگا ہے۔ میرے پاس ایسے الفاظ نہیں ہیں جن سے میں اظہار تعزیت کرسکوں۔ دنیائے علم ادب اور علوم اسلامیہ کو خاص طور پر ان کی وفات سے ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی روح کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور آپ کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی ہمت دے۔"

© rasailojaraid.com